چارۂ دل سوائے صبر نہیں......!

محمد نعمان سنجرانی

میری عمر چار سال تھی جب میرے والد صاحب نے مجھے قرآن کریم پڑھنے کے لیے قریبی مدرسہ میں داخل کرادیا۔ میں مدرسہ میں قاری صاحب کے پاس پڑھنے کے لیے جاتا رہا۔ میں اس بات پر بضد تھا کہ میں نے قاری صاحب کے پاس نہیں پڑھنا۔ میری والدہ صاحبہ نے کہا کہ میں اسے اماں جی کے ہاں لے جاؤں گی۔ میں بہت خوش ہوا کہ چلو اب قاری صاحب کے پاس نہیں جانا پڑے گا۔ میری یہ خوشی، میرے لیے خوش بختی ثابت ہوئی۔ اگلی صبح والدہ صاحبہ مجھے مدرسہ کے احاطہ میں واقع ایک گھر میں لے گئیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس سادہ سے گھر کے برآمدہ میں ایک شفیق، پرسکون اور نورانی چہرے والی محترم خاتون چارپائی پر بیٹھی تھیں۔ میری والدہ صاحبہ نے سلام دعا کے بعد کہا کہ یہ میرا بیٹا نعمان ہے آپ اسے قرآن کریم پڑھا دیں۔ اماں جی نے کہا کہ میں تو بہت ضعیف ہو چکی ہوں اور اب میں کسی بچے کو پڑھاتی بھی نہیں۔ والدہ صاحبہ نے خوب اصرار کیا اور کہا کہ اسے باہر مدرسہ میں داخل کرایا تھا لیکن یہ قاری صاحب کے پاس نہیں پڑھتا اس لیے میں اس کو آپ کے پاس لے آئی ہوں۔ اماں جی نے کہا کہ میں پڑھاتی تو نہیں لیکن آپ کے اصرار پر اس کو اپنے پاس پڑھانے کے لیے بٹھا لیتی ہوں۔

اماں جی مجھے بیٹا کہہ کر بلایا کرتی تھیں۔ الحمدللہ مجھے اس عظیم ماں کی بساط بھر خدمت کرنے کا بھرپور موقع ملا۔ اماں جی کا معمول کچھ یوں تھا کہ فجر کی نماز کے بعد سارے مسنون اعمال مکمل کرتیں۔ ابا جی صبح جلدی ناشتہ کر کے دفتر چلے جاتے اور بڑے بھائی جان (سید محمد کفیل بخاری) زیادہ تر ماہنامہ نقیب ختم نبوت کے دفتر میں محسنِ احرار ابنِ امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاریؒ کے ساتھ یا پھر مجلسِ احرارِ اسلام کی تنظیمی و تبلیغی سرگرمیوں مشغول رہتے جب کہ منے شاہ جی کسی کالج میں پڑھانے جایا کرتے تھے۔ منے شاہ جی گھر کے سارے بیرونی کام کیا کرتے تھے۔ سودا سلف لانا، بیمار کی دوائی لانا وغیرہ۔ وہ بہت زندہ دل انسان تھے، ہر ایک کو خوش رکھتے چاہے کوئی بڑا ہو یا بچہ۔ بچوں میں پڑھنے لکھنے کا شوق پیدا کرنا گویا اُن کا نصب العین تھا۔ ان سے گپ شپ کرتے اور ان کو دلچسپ اور سبق آموز واقعات سناتے۔

منے شاہ جی بہت ہی نرم دل اور نرم گفتار تھے، ہمیشہ ہر ایک سے مسکراتے چہرے اور کشادہ دلی سے ملتے۔ اپنے ہوں یا پرائے وہ ہر ایک کی حتی الوسع مدد کیا کرتے۔ شاہ جی بہت ہی مہمان نواز تھے وہ اپنے دوستوں کو اکثر اوقات اپنے گھر دعوت پر مدعو کیا کرتے۔ ان کا دسترخوان بہت وسیع ہوتا، متنوع قسم کے لوازمات دسترخوان پر چن دیتے، مہمان اس سوچ میں پڑ جاتے کہ کیا کیا کھایا جائے۔ وہ مہمانوں کی ضیافت کا سارا سامان خود بازار سے خرید کر لاتے اور اس انداز سے مہمان نوازی کرتے کہ دسترخوان پر کسی چیز کی کمی نہ رہتی۔ اور ہم (صبیح، عطاء، راقم) ان کے ساتھ دسترخوان پر کھانا لگانے میں ان کا ہاتھ بٹاتے۔ جب کھانے کی تمام اقسام دسترخوان پر لگا دی جاتیں تو اس کے بعد بھی شاہ جی کی یہی کوشش ہوتی کہ ہر ایک مہمان کو اپنے ہاتھوں سے کھانا پیش کریں۔ ان کے اخلاقِ حمیدہ کی وجہ سے ان کے حلقۂ عقیدت و ارادت میں تمام مکاتب فکر کے افراد شامل تھے۔

ایک دن پتا چلا کہ منے شاہ جی سعودی عرب پڑھانے کے لیے جا رہے ہیں۔ یہ ۲۰۰۲ء کی بات ہے ان دنوں ہم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم میں درجہ رابعہ کے طالب علم تھے۔ وقت کا پہیہ تیز رفتاری سے چلتا رہا، ہم ۲۰۰۷ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور

میں دورہ حدیث میں شریک تھے۔ منے شاہ جی ان دنوں چھٹیوں پر پاکستان آئے ہوئے تھے، کسی کام کے سلسلے میں انھیں لاہور آنا پڑا، ہم (صبیح، عطاء، طیب، سلیمان یمنی، عبدالباسط اور راقم) ابھی مجلس احرار کے دفتر لاہور ہی میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ معلوم ہوا کہ منے شاہ جی نے آج لاہور آنا ہے۔ ہم لوگ بہت خوش تھے کہ ہم دورہ حدیث میں میں شریک ہو لیے، چلو ایک طرف کی رسمی تعلیم تو کسی کنارے پہنچی۔ عشاء کی نماز کے قریب منے شاہ جی تشریف لائے، ہر ایک ان سے بڑے تپاک سے ملا۔ بڑے بھائی جان بھی لاہور ہی میں تھے، کچھ دیر حال احوال پوچھنے کے بعد ہم نے ان کے لیے دسترخوان لگایا سب نے مل کر کھانا کھایا۔ گرمی کا موسم تھا۔ کھانا کھا چکنے کے بعد ہم سب باہر صحن میں آ گئے۔ تب شاہ جی کے ساتھ خوب طویل نشست ہوئی، شاہ جی نے ہر ایک سے اس کے اگلے لائحہ عمل کے بارے میں استفسار کیا اور ہر ایک کی علمی اور عملی رہنمائی کی۔ اس محفل میں شاہ جی کے ساتھ ہر موضوع پر گفتگو ہوئی۔ شاہ جی نے مجھے کہا کہ اب کی بار تم جب گھر جانا تو میٹرک کے امتحان کی تیاری کرنا، اور تعلیمی سلسلہ کو جاری رکھنا۔ اس کے بعد شاہ جی نے کہا کہ اب آپ لوگ سو جائیں۔ صبح اٹھ کر نماز پڑھنی ہے۔ شاہ جی اگلی صبح ملتان واپس چلے گئے۔

سالانہ امتحان سے فراغت کے بعد میرا دل چاہ رہا تھا کہ اب فوراً گھر (ملتان) واپس چلیں اور اس خواہش کا اظہار میں نے اپنے ہم وطن طلباء سے بھی کیا لیکن انھوں نے کہا کہ اب آخری بار ہی ہم لوگ میں اکٹھے ہیں پھر نہ جانے کب ہم سب دوست اکٹھے ہوں اس لیے ایک دن ٹھہر کر گھر جائیں گے۔ بالآخر سب دوستوں کی خواہش کے احترام میں ان کی بات ماننی پڑی اور مزید ایک دن اور گزارنے کے لیے وہیں ٹھہر گئے۔ اس دن حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ العالی بھی لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ اگلی صبح ایک بہت ہی افسوس ناک سانحہ ہوا کہ میرے والد صاحب (سیف الرحمٰن سنجرانی) خالق حقیقی سے جا ملے۔ دوستوں نے یہ سوچتے ہوئے مجھے اِس سے مطلع نہ کیا کہ یہ ہولناک اطلاع اس کو کیسے دی جائے کہ اس کے والد اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ ہمارا ارادہ تھا کہ رات کو نائٹ کوچ جو کہ لاہور سے ملتان کو جاتی ہے اس سے سفر کریں گے۔ اور ابھی میں فجر کی نماز پڑھ کر لیٹا ہی تھا کہ کسی دوست نے آ کر مجھے جگایا اور کہا کہ اٹھو ہم گھر چلیں، میں حیران تھا کہ اچانک یہ پروگرام کیسے تبدیل ہو گیا۔ بہر حال میں جلدی سے کپڑے تبدیل کر کے آ گیا اور ہم بس کے ذریعے ملتان کے لیے روانہ ہوئے۔ جب ہم ملتان مدرسہ معمورہ پہنچے اور میں رکشہ سے سامان اتارنے لگا تو مجھے عطاء المنان نے کہا کہ سامان کو چھوڑ دو اور گھر چلو، تمھارے والد صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ اس خبر کو سننے کے بعد مجھے سارے عالم میں سناٹے کا گمان ہوا، میرے ذہن میں دھماکے ہونے لگے اور میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا ایسا اندھیرا کہ جو چمکتے سورج کی روشنی سے بھی ختم نہ ہو سکا اور نہ ہی ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ بڑے بھائی جان جناب سید محمد کفیل بخاری مدظلہ نے مجھے اپنے سینے سے لگا کر مجھے دلاسہ دیا جس سے مجھے کچھ سہارا ملا۔

اسی دن بعد نماز عصر میرے والد صاحب کا نماز جنازہ تھا۔ نماز جنازہ مدرسہ معمورہ دار بنی ہاشم میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ کے بعد ہم لوگ قبرستان روانہ ہوئے۔ ہمارے پہنچنے سے قبل ہی منے شاہ جی وہاں موجود تھے۔ تدفین کا عمل بوجوہ تھوڑا موخر تھا۔ کچھ لوگ اس دیر کی وجہ سے لوٹ گئے لیکن منے شاہ جی انتظار کرتے رہے اور اس وقت تک واپس نہیں گئے جب تک کہ ہم تدفین سے فارغ نہ ہو گئے اور اس کے بعد میں نے سر کی طرف کھڑا ہو کر سورہ بقرہ کا پہلا رکوع تلاوت کیا، منے شاہ جی نے پائینتی کی جانب کھڑے ہو کر آخری رکوع تلاوت کیا۔

کچھ دنوں بعد شاہ جی سعودی عرب لوٹ گئے اور جاتے جاتے مجھے اس بات کی تلقین کہ اپنی تعلیم پر مکمل توجہ دو اور اپنا وقت ادھر ادھر پھرنے میں مت ضائع کرو۔ میں نے کچھ عرصہ بعد میٹرک کے امتحان کی تیاری شروع کر دی، اور کچھ ماہ بعد ہی میٹرک کے امتحانات شروع ہو گئے اور میں نے سارے پرچے دیے لیکن ریاضی کا پرچہ اچھا نہ ہوا۔ جب نتیجہ آیا تو میں ریاضی کے علاوہ باقی مضامین میں پاس ہو گیا۔ شاہ جی ایک بار پھر چھٹیوں پر پاکستان آئے اور مجھ سے دریافت کیا کہ تمھارے میٹرک کا

کیا بنا۔ میں نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا کہ میٹرک میں فرسٹ ڈویژن بن گئی ہے لیکن ریاضی کے پرچے میں رہ گیا ہوں، انھوں نے مجھے ڈانٹا نہیں بلکہ مجھ سے کہا کہ نعمان تم نے قرآن کریم حفظ کرلیا ہے اور تم ریاضی میں رہ گئے ہو؟ وجہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے ابتدائی کتب نہیں پڑھیں اس لیے ریاضی سمجھنے میں کافی پریشانی ہوتی ہے۔ کہنے لگے کہ اب تم جس ٹیچر کے پاس پڑھنے کے لیے جانا پہلے اس سے ریاضی کی ابتدائی کتب پڑھنا، اس کے بعد میٹرک کی ریاضی پڑھنا۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد وہ مجھ سے اکثر پوچھتے کہ اب ریاضی سمجھ آرہی ہے اور میں کہہ دیتا کہ جی پہلے سے تو کچھ بہتر ہے، وہ مجھے بار بار پڑھنے کی تلقین کرتے اور کہتے کہ ان دنوں میں ریاضی کو خوب پڑھ لوتا کہ اس بار امتحان میں نہ رہ جاؤ۔

کچھ دنوں کے بعد ضمنی امتحانات کے لیے داخلہ فارم بھرنے کی آخری تاریخ تھی اور میں ضروریات کا بندوبست نہیں کرسکا تھا۔ منے شاہ جی کے علم میں یہ بات آئی، کہنے لگے کہ آج آخری تاریخ ہے اور تم نے ابھی تک داخلہ فارم نہیں بھرا۔ عجیب آدمی ہو! اگر کوئی مسئلہ تھا تو مجھ سے کہا ہوتا، شاہ جی فوراً مجھے بذاتِ خود بورڈ کے دفتر لے گئے اور وہاں سے داخلہ فارم لیا، خود ہی اس کے اندراجات کو مکمل کیا اور پوچھا کہ کیا تم نے تصویریں بنوالیں ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں۔ شاہ جی نے مجھے داخلہ فیس دی اور میں وہ فیس جمع کروا کے آیا۔ اس کے بعد ہم مدرسے واپس آئے، میں نے داخلہ فارم پر تصاویر چسپاں کیں اور داخلہ فارم اُن کو تھما دیا۔ وہ نامعلوم اتنا دن ڈھلنے کے باوجود کہاں سے داخلہ فارم تصدیق کروا کے لائے اور مجھے کہا کہ جاؤ اب یہ بورڈ کے دفتر جمع کروا دو۔ میں نے ریاضی کا پرچہ دیا اور میں کامیاب ہوگیا شاہ جی کو معلوم ہوا تو بہت خوش ہوئے، میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور اللہ کا بھی کہ میں کامیاب ہوگیا۔

منے شاہ جی سے ابھی نئے تعلیمی سال کے مضامین بارے مشورہ کرنا تھا لیکن ان سے ابھی یہ پوچھ نہیں سکا تھا کہ وہ آخری بار پھر سعودی عرب چلے گئے۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ ان کو بیت اللہ کا قرب مل جائے ان کی یہ خواہش پوری ہوگئی تھی اور وہ بہت خوش تھے۔ جمعۃ المبارک کو منے شاہ جی نے سعودی عرب کے لیے روانہ ہونا تھا، جمعہ کے بعد جب باہر آیا تو دیکھا کہ وہ لوگوں کو مل رہے تھے۔ اور پھر وہ چلے گئے۔

جب ۱۵ نومبر کی ایک خون آلود شام کو ایک جانکاہ حادثہ رونما ہوا، جب منے شاہ جی یونیورسٹی سے پڑھا کر اپنی گاڑی پر گھر واپس جارہے تھے اور ان کی گاڑی کا شدید ایکسیڈنٹ ہوا اور وہ اس حادثے میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ حادثہ ظہر کے بعد پیش آیا اور اس کی اطلاع ہمیں بعد نمازِ مغرب ملی، جب بڑے بھائی جان نے کہا کہ منے شاہ جی کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے۔ اللہ رحم و کرم کا معاملہ فرمائے۔ مغرب کی نماز کے فوراً بعد حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری کے ساتھ ایک جماعتی کارکن محمد مہربان کے گھر تعزیت کے گئے، تعزیت کرکے واپس لوٹے، ابھی گاڑی سے نکلے ہی تھے کہ گھر سے مرتضیٰ شاہ جی آئے اور کہنے لگے کہ استاد جی اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں۔ بالکل ویسا ہی منظر تھا کہ جب مجھے عطاء المنان نے کہا کہ تمھارے والد صاحب اس دنیا میں نہیں رہے۔ میں بالکل ساکت اور بے جان وہیں کھڑا کا کھڑا رہ گیا، ایک بار پھر مجھے سارے عالم میں سناٹے کا گمان ہوا، میرے ذہن میں دھماکے ہونے لگے اور میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا ایسا اندھیرا جو آئندہ دنوں کے چمکتے سورج کی روشنی سے بھی ختم نہ ہوسکا اور نہ ہی ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس بار بھی بڑے بھائی جان سید محمد کفیل بخاری مدظلہ میرے پاس آئے ویسے ہی مجھے دلاسہ دیا اور صبر کرنے کی تلقین کی اور دفتر کے باہر بچھی چارپائی پر لاکر بٹھایا۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا کہ یہ اچانک کیا ہوگیا۔

موت کا ذائقہ تو ہر ذی روح کو چکھنا ہے، لیکن ایسی ناگہانی موت ......جس پر ہر ایک حواس باختہ تھا۔ موت کیسے کیسے عزیز چہروں کو اچک لیتی ہے